سوال نمبر2(الف) (i)

پہلا ہفتہ:-

میرزا عبدالقیوم کا پہلا ہفتہ بالکل اسی انداز سے گزرا جس طرح وہ گزارنا چاہتا تھا۔ دفتر کے پرانے ساتھی اس سے ملاقات کرنے آتے جاتے رہتے، اسکا لوتا اور لوتیاں کمرے میں جائے اور کھانا پہنچاتے رہتے غرض یہ کہ وہ اپنے سکون کی زندگی بسر کر رہا تھا

سوال نمبر2(الف) (ii)

ملاقات:-

میرزا عبدالقیوم سے ملاقات کرنے اس کے دفتر کے پرانے ساتھی آیا کرتے تھے تاکہ اس سے دفتر کے اہم امور پر مشورہ لے سکیں یوں گھر میں ہنگامہ رہتا اور اسکے لوتے اور لوتیاں اس کے لیجوں میں جائے پہنچاتے رہتے۔

سوال نمبر2(الف) (iii)

کھانا کھانے کی جگہ:-

میرزا عبدالقیوم کھانا اپنے کمرے میں ہی کھایا کرتا تھا۔ اس کا لوتا اور اس کی لوتیاں مہمان کے آنے پر اس کے کمرے میں جائے اور کھانا لے آتے تھے۔ جس کو وہ کمرے میں ہی مہمانوں کے سامنے بھی پیش کرتا اور خود بھی کھاتا۔

سوال نمبر 2(الف) (iv)

بات کا یقین:

مصنف کے مطابق میرزا عبدالقیوم کو اس بات کا یقین تھا کہ بہت جلد اس کی زندگی میں سکون آجائے گا اور وہ دفتر سے ریٹائرمنٹ کے بعد اب اس انداز سے زندگی گزارنا شروع کرے گا جس طرح اس کی خواہش ہوگی اور گھر کا یہ ہنگامہ کچھ عرصے تک بہت کم ہو جائے گا

سوال نمبر 2(الف) (v)

بہو کو سمجھانا:

میرزا عبدالقیوم کی بہو بچوں کو بہت ڈانٹتی تھی اور بہت زیادہ شور کرتی تھی۔ وہ اپنی بہو کو یہ سمجھانا چاہتا تھا کہ وہ اپنے بچوں کے ساتھ مادرانہ شفقت کا رویہ اختیار کرے اور انہیں ڈانٹنے کے بجائے پیار و شفقت کے ساتھ سمجھائے تاکہ وہ اپنی بات مان لیں

سوال نمبر 2(الف) (vi)

بچوں کا کمرے میں آنا:

بچے جب میرزا عبدالقیوم کے کمرے میں آتے تھے تو وہ اپنے جوتے اپنے ساتھ اندر لے کر آتے اور قالین خراب کر دیتے تھے۔ وہ اپنی ماں کے ڈانٹنے پر اس کی بات بھی نہ سنتے۔ مگر اس بار بھی سو جائے وہ انہیں پیار سے سمجھائے گا کہ اسکے کمرے میں جوتے اتار کر آیا کریں۔

سوال نمبر 2 (الف) (vii)

قالین کے متعلق احتیاط:

وہ اپنے کمرے میں قالین کو گندہ اور خراب نہیں کرنا چاہتا تھا یہی وجہ ہے کہ اس نے اپنے پوتے اور پوتیوں کو یہ سمجھانے کا سوچا کہ کمرے میں آنے سے پہلے وہ اپنے جوتے اتار کر داخل ہوا کریں تاکہ قالین خراب نہ ہو۔

سوال نمبر 2 (الف) (viii)

تلخیص:

ریٹائرمنٹ کے بعد مرزا عبدالقیوم کے گھر دفتر کے پرانے ساتھی ملاقات کے لیے آتے رہتے جس کی وجہ سے گھر میں ہنگامہ رہتا۔ اسکے پوتے پوتیاں اگرچہ ہیں گندا کرتے مگر وہ اس بات کا قائل تھا کہ انکو پیار سے سمجھا کر اچھی عادتیں سکھائی جا سکتی ہیں۔

سوال نمبر 2(ب) (i)

میراث لٹوانے پر سزا:

شاعر کے مطابق مسلمانوں نے اپنے اباواجداد کی میراث یعنی وراثت میں ملے ہوئے علم و افکار، فلسفہ اور سیرت کو عمل نہ کرکے اسے گنوا دیا اور اپنے اسی وجہ سے وہ زوال اور پستی کا شکار ہو گئے ہیں یعنی اسکی سزا اللہ کو یہ ملی کے وہ آسمان کی بلندیوں سے زمین پر آگرے اور اپنا مقام و مرتبہ کھو دیا۔

سوال نمبر 2(ب) (ii)

صبح کی منظر کشی:

صبح کے وقت ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا ئیں چل رہی ہوتی ہیں جو کہ فرا کو نور بخشتی ہیں۔ صبح کے وقت چرند پرند اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کر رہے ہوتے ہیں اور طاؤس کی للکاریں سنائی دے رہی ہوتی ہیں جو کے صبح کی خوبصورتی میں مزید اضافہ کرتی ہیں۔

سوال نمبر 2(ب) (iii)

قربانی:

اس شعر میں شاعر محبوب کی مسکان پہ اپنا دل اور جان جو کہ عشق میں سب سے قیمتی چیزیں سمجھی جاتی ہیں قربان کرنے کو تیار ہے مگر بیان محض دل و جان ہی نہیں بلکہ دنیا کہہ کر اس کے ساتھ جڑی اپنی نیند، دل، جان، روح اور جن کو قربان کرنے کے لیے تیار ہے وغیرہ کا لفظ لامحدودیت کو بیان کرتا ہے۔

سوال نمبر 2(ب) (iv)

• بازیچۂ اطفال:

اس شعر میں بازیچۂ اطفال سے مراد بچوں کا کھیل ہے۔ یعنی شاعر نے نظم میں یہ دنیا کی زندگی اور اس میں رونما ہونے والے واقعات و حادثات اس کے لیے محض ایک کھیل تماشا ہیں جو کبھی نا کبھی ختم ہونے والے ہیں۔

ترجمہ:

"اور دنیا کی زندگی تو کھیل تماشا ہے"۔

سوال نمبر 2(ب) (v)

مشکلات:

شاعر کے مطابق اس سچ سننے کے لئے بھی اک اجازت کی ضرورت ہو گئی ہے یعنی اب سچ کا سننا بھی مشکل ہو گیا ہے کیونکہ اس پر پہرے بیٹھے ہیں جو سچ کو باہر نکلنے نہیں دیتے اور بے شک عدل و انصاف قائم ہے مگر وہ بھی اپنا کام صحیح طور پر انجام نہیں دے رہی اور عدل کی زنجیروں کا شور زیادہ ہے۔

سوال نمبر 2(ج) (i)

کنایہ:

کنایہ کے لغوی معنی "چھپی یا پوشیدہ بات" کے ہیں۔ اصطلاح میں دو یا دو سے زیادہ لفظوں کا مجموعہ جو کہ اپنے حقیقی کے بجائے مجازی معنی میں اس طرح استعمال ہو کہ حقیقی و مجازی معنی دونوں میں کوئی تعلق ہو مگر وہ تعلق تشبیہ کا نہ ہو۔

مثال: ۔ ع اٹھو نسیمؔ کمر کو باندھو کہ رات ہے

یہاں "کمر باندھنا" بطور کنایہ استعمال ہوا ہے۔ کمر باندھنے کا مطلب یہاں سفر کی تیاری

سوال نمبر 2(ج) (ii)

جملہ فعلیہ:

جملہ فعلیہ ایسا جملہ ہوتا ہے جس میں مسند الیہ اسم اور مسند فعل ہو۔

"احمد خط لکھ رہا ہے"

احمد ← فاعل

لکھ رہا ← فعل

خط ← مفعول

سوال نمبر 2(ج) (iii)

مجاز مرسل:

مجاز مرسل سے مراد ایسے دو یا دو سے زائد الفاظ ایسے حقیقی کے بجائے غیر حقیقی یا مجازی معنوں میں اس طرح استعمال ہوں کہ دونوں میں کوئی تعلق ضرور ہو مگر وہ تشبیہ کا نہ ہو۔ اسکی مختلف صورتیں ہیں۔

مثال:

۱۔ ۔۔۔ اس نے بوتل پی۔

یہاں ظرف کہہ کر مظروف مراد لینا ہے۔ یہاں بوتل کہہ کر بوتل میں موجود مشروب مراد لیا گیا ہے۔

سوال نمبر 2(ج) (iv)

قوسین:

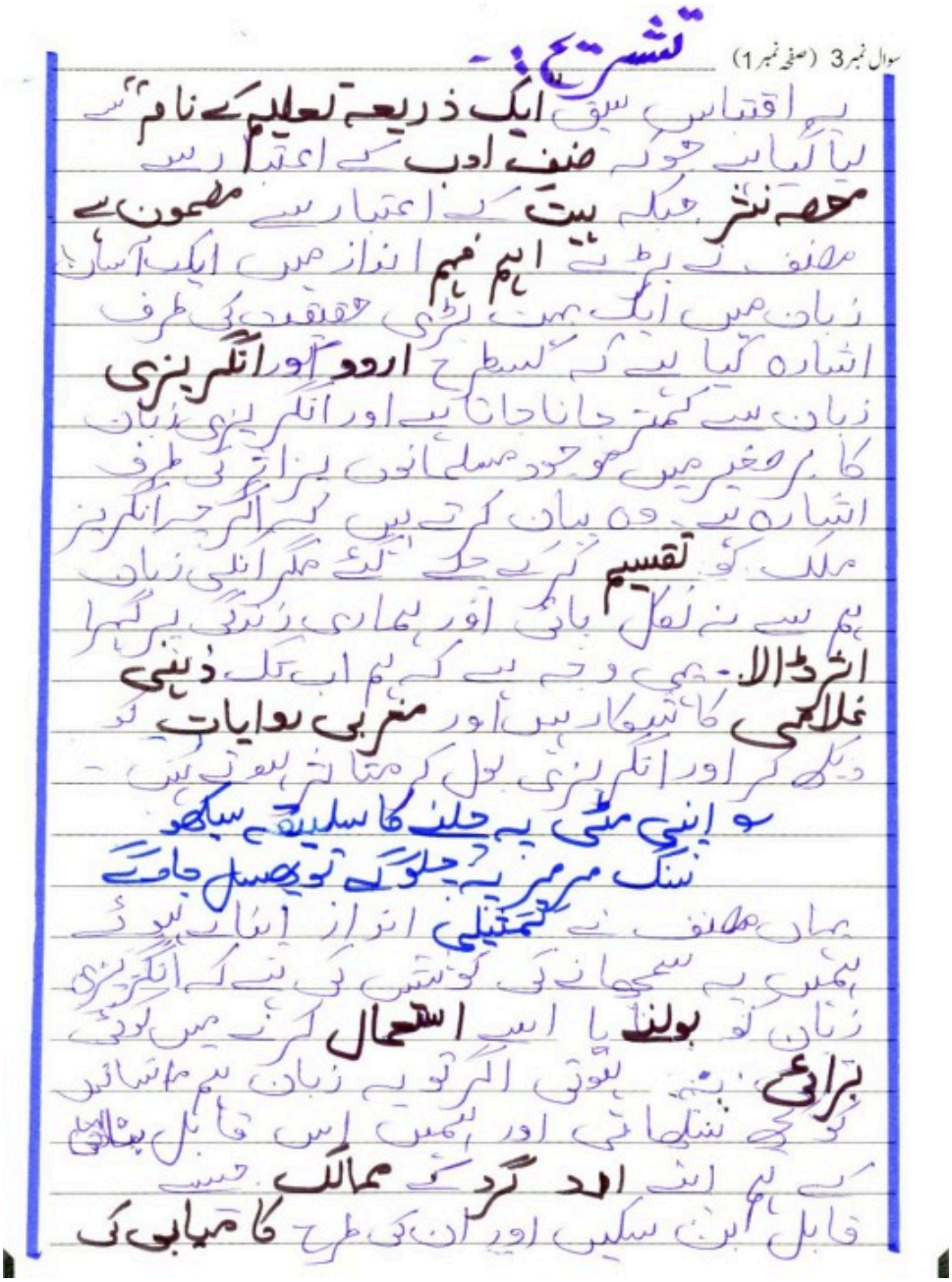
قوسین کی علامت () ہوتی ہے۔ قوسین جملہ معترضہ کو اصل جملے سے ممتاز کرتا ہے۔ جملہ معترضہ وہ جملہ ہوتا ہے جسکے جملے میں موجود نہ ہونے سے اسپر کوئی اثر نہ ہو۔

مثال:

میں نے اقبال کی تصانیف (بانگ درا بال جبریل) پڑھی۔

مرجع ضمائر: مختلف مراسلات کا حوالہ دینے کے لیے اجنبات میں متبادل اسماء کو فرق کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

مثال: مسماۃ / مسمی، بن / بنت



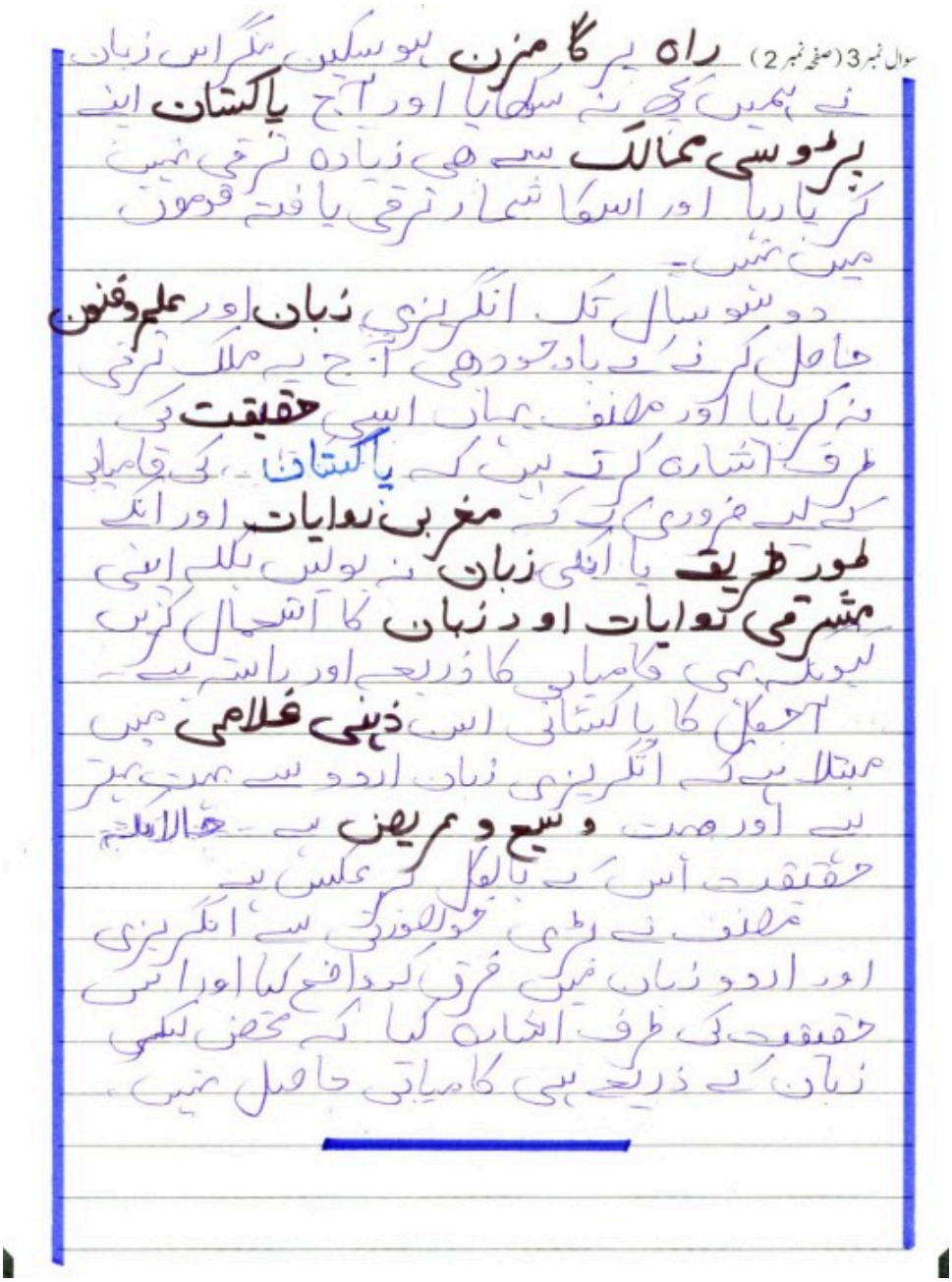
سوال نمبر 3 (صفحہ نمبر 1)

تشریح:-

یہ اقتباس سبق ایک ذریعہ تعلیم کے نام سے لیا گیا ہے جو کہ صنف ادب کے اعتبار سے مضمون ہے جبکہ ہیت کے اعتبار سے مضمون ہے مصنف نے بڑے اہم نکتے اہم انداز میں ایک آسان زبان میں ایک بہت بڑی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے کہ کس طرح اردو اور انگریزی زبان سے کمتر جانا جاتا ہے اور انگریزی زبان کا برصغیر میں جو خود مسلمانوں پر اثر کی طرف اشارہ ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ اگرچہ انگریز ملک کو تقسیم کر کے چلے گئے مگر انکی زبان ہم سے نہ نکل پائی اور ہماری زندگی پر گہرا اثر ڈالا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم اب تک ذہنی غلامی کا شکار ہیں اور مغربی روایات کو دیکھ کر اور انگریزی بول کر متاثر ہوتے ہیں۔

؎ اپنی مٹی پہ چلنے کا سلیقہ سیکھو
سنگ مرمر پہ چلو گے تو پھسل جاؤ گے

یہاں مصنف نے تمثیلی انداز اپنایا ہے ہمیں یہ سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ انگریزی زبان کو بولنا یا اسے استعمال کرنے میں کوئی برائی نہیں ہے لیکن اگر تو یہ زبان ہم اپنی ثقافت کو کچھ نقصان پہنچاتی اور ہمیں اس قابل بناتی کہ ہم اپنے ارد گرد کے ممالک جیسے قابل بن سکیں اور ان کی طرح کامیابی کی



سوال نمبر 3 (صفحہ نمبر 2)

راہ پر گامزن ہو سکیں مگر اس زبان نے ہمیں کچھ نہ سکھایا اور آج پاکستان اپنے پڑوسی ممالک سے بھی زیادہ ترقی نہیں کر پایا اور اسکا شمار ترقی یافتہ قوموں میں نہیں۔

دو سو سال تک انگریزی زبان اور علم و فنون حاصل کرنے کے باوجود بھی آج یہ ملک ترقی نہ کر پایا اور مصنف یہاں اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ پاکستان کی کامیابی کے لیے ضروری ہے کہ مغربی روایات اور انکے طور طریقے یا انکی زبان نہ بولیں بلکہ اپنی مشرقی روایات اور زبان کا استعمال کریں کیونکہ یہی کامیابی کا ذریعے اور راستہ ہے۔

آجکل کا پاکستانی اس ذہنی غلامی میں مبتلا ہے کہ انگریزی زبان اردو سے بہت بہتر ہے اور صرف وسیع و عریض ہے۔ حالانکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔

مصنف نے بڑی خوبصورتی سے انگریزی اور اردو زبان میں فرق کو واضح کیا اور اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا کہ محض کسی زبان کے ذریعے ہی کامیابی حاصل نہیں۔

سوال نمبر 4 (صفحہ نمبر 1)

تشریح:-

یہ اشعار نظم **نعت** سے لیے گئے ہیں جو کہ **ماہر القادری** کی تحریر کردہ ہے۔ ماہر القادری اردو کے نامور شعرا میں ایک تھے آپ کو **نعت گو** کی حیثیت سے زیادہ جانا جاتا ہے۔

شاعر اس شعر میں آپ کے **مقام، عظمت** و بلندی اور آپ کے **ذکر** سے سنا ہونے والے **روحانی سکون** کو بیان کرتے ہیں۔ شاعر کہتے ہیں کہ آپ کا ذکر ایک عمل ہے **سعادت** ہے جو اللہ ہر کسی کو نہیں بخشتا۔ آپ کے ذکر سے دل میں **سکون** اور سنا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ترجمہ: "بے شک اللہ اور اسکے فرشتے بھی نبی کریم کا ذکر کرتے ہیں اے مسلمانو! تم بھی کیا کرو۔"

جب آپ کا ذکر ہوتا ہے تو **کائنات** کی ہر چیز **خاموش** ہو جاتی ہے اور آپ کے ذکر کو سنتی ہے۔ ہر پتہ ہر شاخ درخت ہر دریا ہر چیز اپنا کام چھوڑ کر ساکن ہو جاتی ہے اور آپ پر **درود و سلام** بھیجتی ہے۔ لہذا انسان کو بھی چاہیے کہ آپ کا جب ذکر ہو تو آپ پر درود بھیجے یہ ایک بہت خوبصورت **روحانی کیفیت** انسان کے دل میں سما کرتا ہے۔

؎ کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے لوح و قلم تیرے ہیں۔

مزید شاعر **مدینے منورہ** اور اسکی اہمیت کو بڑی خوبصورتی سے بیان کرتے ہیں وہ کہتے

سوال نمبر 4 (صفحہ نمبر 2)

ہیں کہ مدینہ منورہ کی سڑکوں کا گرد و غبار ایک انسان کے دل کی آنکھوں کے لیے روشنی کا باعث ہے یعنی مدینہ منورہ کی گلیوں کی خاک اور وہاں کی راہ گزر کا غبار ہمارے لیے شفا ہے۔

ترجمہ: "خاک مدینہ میں شفا ہے"

یہ خاک ہمیں دلی، روحانی اور بدنی بیماریوں کی شفا کا ذریعہ ہے۔ شاعر نے مدینہ منورہ کی محبت اور اسکی اہمیت کو بڑے خوبصورت تمثیلی اور خطابیہ انداز میں بیان کیا ہے وہ مزید مدینہ منورہ سے اپنی قربت اور محبت کو بیان کرتے ہیں کہ جب انھیں مدینہ کی یاد آتی ہے تو انکے آنسو بے اختیار نکل آتے ہیں۔

جنت کے لیے روتا ہے کون
رلاتی ہے عاشق کو یادِ مدینہ

شاعر نے "آبِ بقا" تلمیح استعمال کرکے شہرِ مدینہ کو دوبالا کر دیا ہے۔ آبِ بقا سے مراد وہ پانی جو حضرت خضرؑ نے پیا اور اس نے انکو دائمی زندگی بخشی شاعر ہی یہی بیان کرتے ہیں کہ میری آنکھوں سے مدینہ کی محبت میں آنسو والے آنسو ایک ایسے چشمہ کی صورت اختیار کر لیتے ہیں جو ہمیشہ جاری رہتا ہے اور یہ آنسو مجھے دائمی سکون اور بقا دیتے ہیں۔

سوال نمبر 5 (صفحہ نمبر 1)

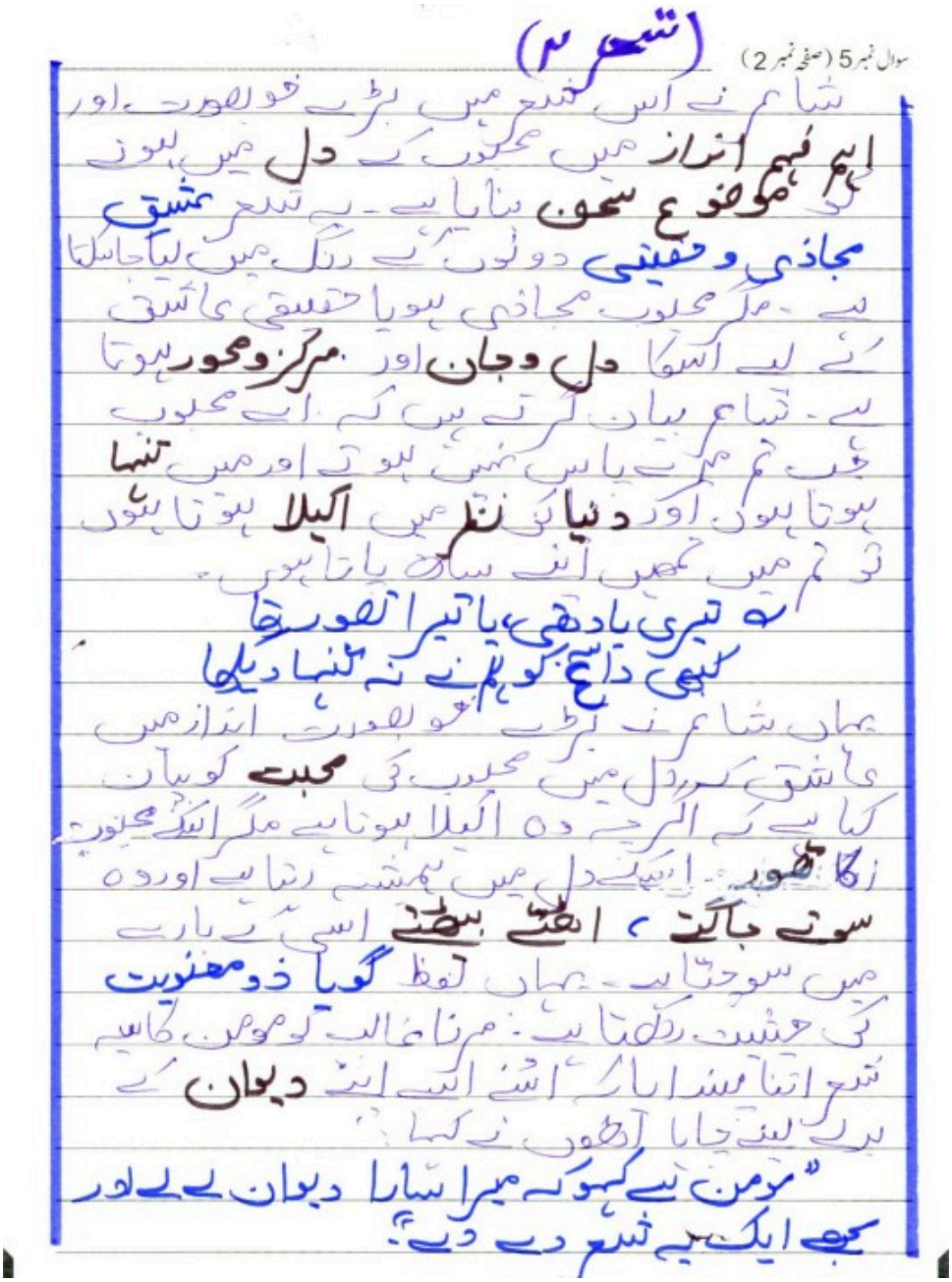
تشریح و شعرا

یہ شعر شاعر **مومن خاں مومن** کا تحریر کردہ ہے
انھوں نے بڑی خوبصورتی سے اس شعر میں
ابتدا ادب کا **روایتی موضوع** عاشق کی **بے قراری**
اور اسکے محبوب سے **نہ ملنے** اور **وصال** نہ ہونے
کو **موضوع سخن** بنایا ہے۔
شاعر بیان کرتے ہیں کہ وہ اپنے **محبوب** کو پانے کے
لیے **لاکھ جتن** کیے اسے حاصل کرنے کے لیے **حتی**
المقدور کوشش کیں مگر وہ میرا نہ ہوا اور اسی
بات کا مجھے **دکھ** ہے میری **قسمت** میں اسکا مجھ
سے ملنا لکھا نہ تھا اور یوں لگتا ہے جیسے میں اس
عشق کے مرض سے **صحت یاب** نہیں ہو پاؤں گا۔

؎ یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصال یار ہوتا
اگر اور جیتے رہتے تو یہی انتظار ہوتا

وہ کہتے ہیں کہ یہ دنیا **دار حقیقت** ہے کہ
انسان کو **دکھ** کے بعد **سکھ**، **غم** کے بعد **خوشی** اور
مشکل کے بعد آسانی آتی ہے مگر یہ میری قسمت
میں لکھا نہ تھا اور یہ سلسلہ میرے لیے بالکل
برعکس ہے یوں لگتا ہے جیسے میں نے **دنیا**
سے **دشمنی** مول لی ہو۔

؎ ایک ہمیں خالی ہاتھ چلے میر زمانے سے
ورنہ دنیا کو ملا کیا کیا کچھ



(شعر ۲)

سوال نمبر 5 (صفحہ نمبر 2)

شاعر نے اس شعر میں بڑے خوبصورت اور اہم فہم انداز میں محبوب کے دل میں ہونے کو موضوع سخن بنایا ہے۔ یہ شعر عشق مجازی و حقیقی دونوں کے رنگ میں لیا جا سکتا ہے۔ مگر محبوب مجازی ہو یا حقیقی عاشق کے لیے اسکا دل و جان اور مرکز و محور ہوتا ہے۔ شاعر بیان کرتے ہیں کہ اے محبوب جب تم میرے پاس نہیں ہوتے اور میں تنہا ہوتا ہوں اور دنیا کی نظر میں اکیلا ہوتا ہوں تو تم میں تمہیں اتنے ساتھ پاتا ہوں۔

تیری یاد ہی یا تیرا تصور تھا
کبھی داغ کو ہم نے تنہا نہ پایا

یہاں شاعر نے بڑے خوبصورت انداز میں عاشق کے دل میں محبوب کی محبت کو بیان کیا ہے کہ اگرچہ وہ اکیلا ہوتا ہے مگر ایک محبوب کا تصور اسکے دل میں ہمیشہ رہتا ہے اور وہ سوتے جاگتے، اٹھتے بیٹھتے اسی کے بارے میں سوچتا ہے۔ یہاں لفظ گویا ذو معنویت کی حیثیت رکھتا ہے۔ مرزا غالب کو مومن کا یہ شعر اتنا پسند آیا کہ اسنے اپنے دیوان کے بدلے لینا چاہا تھا انھوں نے کہا:

"مومن سے کہو کہ میرا سارا دیوان لے لے اور مجھے ایک یہ شعر دے دے۔"

خط

سوال نمبر 6 (صفحہ نمبر 1)

کمرہ امتحان،
شہر: اٹک، ن ج
9 اپریل 2026ء
محترمہ معلمہ
اسلام علیکم!

امید ہے آپ خیریت سے ہوں گی جبکہ میں بخیریت ہوں۔ جب میں آپ کے پاس حاضر ہوتی تھی تو آپ نے مجھے ریاضی کے کچھ سوالات حل کرنے کے لیے دیے تھے۔ میں نے اپنی پوری کوشش کے ساتھ سبھی سوالات حل کر لیے مگر کچھ میں سے حل نہ ہو پائے۔ میری آپکو خط لکھنے کی وجہ یہی ہے کہ آپ سے درخواست کروں کہ مجھے سوالات جو سمجھ نہ آئے اور جن میں مجھے مشکل پیش آرہی ہے انکو آپ دوبارہ سمجھا دیں۔ میں آپ کے پاس تقریباً آٹھ ماہ سے پڑھ رہی ہوں اور آپ کا سمجھانے کا طریقہ بہت اعلیٰ ہے جس سے میں اپنے کھلے پرچے میں اچھے نمبر لا پائی اور میرے والدین نے بھی آپ سے سراہا۔ لہذا آپ سے گزارش ہے کہ میرے جو سوالات سمجھ نہ آئے انکو دوبارہ سمجھا دیں۔

والسلام

سوال نمبر 6 (صفحہ نمبر 2)

آپ کی طالبہ

ع۔ی۔ے

سوال نمبر 7 (صفحہ نمبر 1)

مضمون:
پاکستان کے مسائل اور حل

پاکستان ایک ایسا ملک ہے جو ابھی ترقی کی راہ پر گامزن ہے اور ترقی کرنے کے ساتھ ساتھ پاکستان کو بہت سارے مسائل کا بھی سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ اور یہ مسائل اس کی ترقی کی راہ میں رکاوٹیں ڈال رہی ہیں اور اگر انکا جلد حل نہ نکالا گیا تو پھر پاکستان کو مستقبل میں بہت سے مشکلات کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ قائداعظم کا بنایا گیا ملک ابھی مسائل کے دور سے گزر رہا ہے جنکو حل کرنے کی ضرورت ہے۔

پاکستان میں موجود سب سے بڑا مسئلہ مہنگائی کا ہے۔ پاکستان کو مہنگائی کا بہت سامنا کرنا پڑتا ہے کیونکہ پاکستان ایک ترقی پذیر ملک ہے اس کو بہت سی چیزیں دوسرے ممالک سے درآمد کرنی پڑتی ہیں جسکی وجہ سے ان پر ٹیکس لگ جاتا ہے۔ موجودہ دور میں ایران اور امریکا کی جنگ کی وجہ سے پیٹرول کی قیمت آسمانوں کو چھو رہی ہے جسکا عوام پر بہت برا اثر پڑ رہا ہے۔ غریب عوام اپنی غربت اور سستی کی وجہ سے اپنے گھر کی ضروریات

سوال نمبر 7 (صفحہ نمبر 2)

مثلاً راشن وغیرہ کے نہیں پاتے پیٹرول کی قیمتوں میں اضافے کی وجہ سے بہت سے اسکول اور تعلیمی ادارے بند ہو رہے ہیں اور بچوں کی تعلیم الٹر متاثر ہو رہی ہے۔ مہنگائی کی وجہ سے غریب لوگ مزید غربت کا شکار ہو جاتے ہیں جسکی وجہ سے معاشرے میں توازن برقرار نہیں رہتا۔

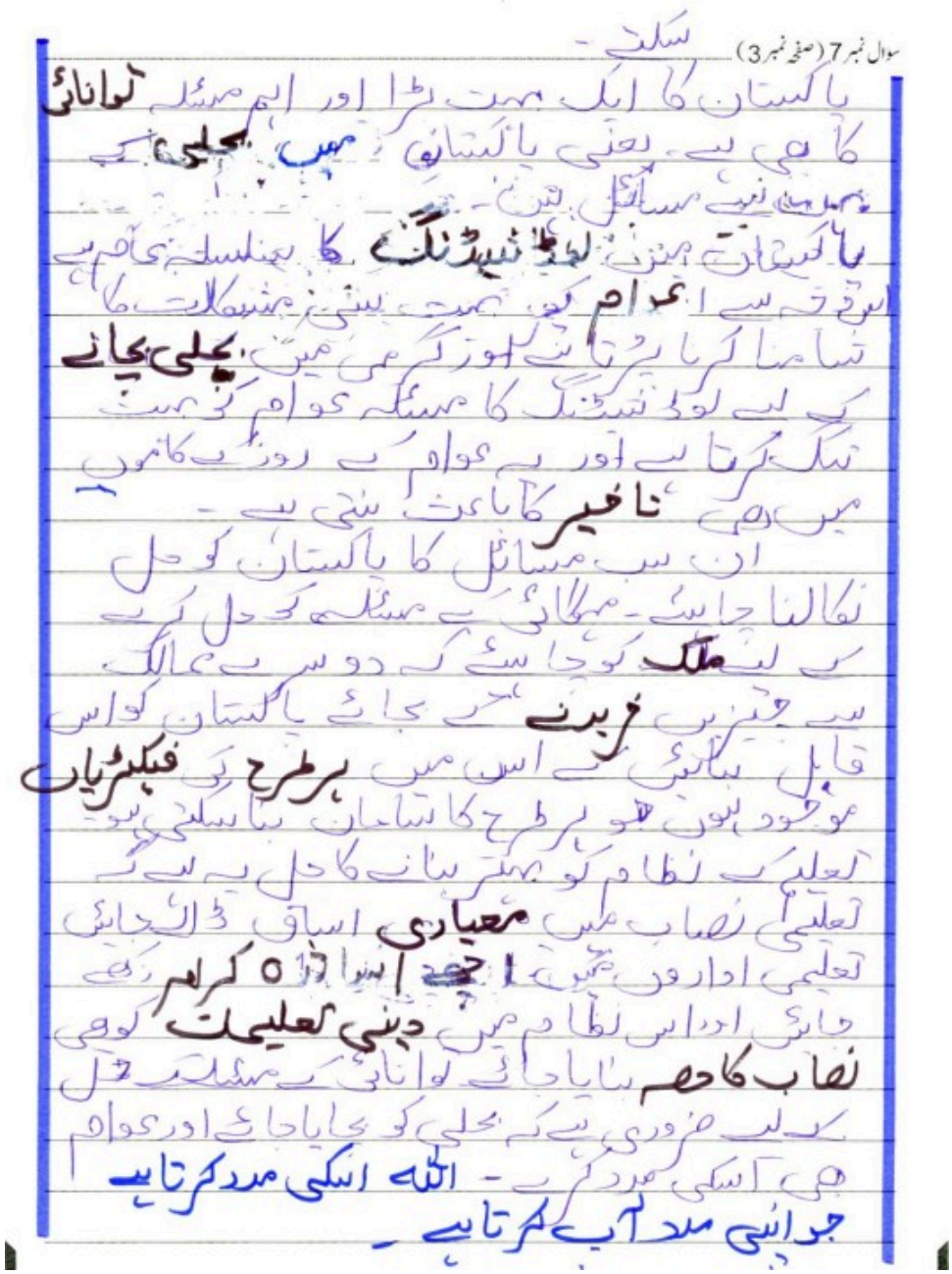
پاکستان میں ایک بہت بڑا مسئلہ تعلیم اور بد عملوانی کا ہے۔ تعلیم انسان کے لئے بے حد ضروری ہے اور اسکی اہمیت کا اندازہ نبی کریم کے اس فرمان سے لگایا جا سکتا ہے۔

ترجمہ: "علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔"

مگر پاکستان میں تعلیم معیاری کی نصاب کا حصہ بنا کر اردو زبان کی اہمیت کھوتی جا رہی ہے مغربی تعلیمات کو فروغ دینا نوجوان نسل کو تباہ کر رہی ہے اور انکی راہ سے بھٹکا رہی ہے۔

"اپنی مٹی پہ چلنے کا سلیقہ سیکھو
ورنہ مرمر پہ چلو گے تو پھسل جاؤ گے۔"

بہت سے تعلیمی اداروں میں کتابیں خستہ حالت میں ہیں، کمپیوٹر لیبز میں بہت سی چیزیں خراب ہیں جسکی وجہ سے کئی کا فائدہ نہیں اٹھا



سوال نمبر 7 (صفحہ نمبر 3)

سکلے -

پاکستان کا ایک بہت بڑا اور اہم مسئلہ لوڈ شیڈنگ کا بھی ہے یعنی پاکستان میں بجلی کے بہت سے مسائل ہیں۔ پاکستان میں لوڈ شیڈنگ کا سلسلہ کافی لمبے عرصے سے ہے اور عوام کو بہت سے مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے لوڈ شیڈنگ میں بجلی جانے کے بعد لوڈ شیڈنگ کا مسئلہ عوام کو بہت تنگ کرتا ہے اور یہ عوام کے روزمرہ کاموں میں رکاوٹ بنتی ہے۔ ناخیر کا باعث بنتی ہے۔

ان سب مسائل کا پاکستان کو حل نکالنا چاہیئے۔ مہنگائی کے مسئلے کو حل کرنے کے لیے ملک کو چاہیئے کہ دوسرے ممالک سے چیزیں خریدنے کے بجائے پاکستان کو اس قابل بنائیں کہ اس میں ہر طرح کی فیکٹریاں موجود ہوں جو ہر طرح کا سامان بنا سکتی ہو۔ تعلیم کے نظام کو بہتر بنانے کا حل یہ ہے کہ تعلیمی نصاب میں معیاری اسباق ڈالے جائیں تعلیمی اداروں میں اچھے اساتذہ کرام رکھے جائیں اور اس نظام میں دینی تعلیمات کو بھی نصاب کا حصہ بنایا جائے لوڈ شیڈنگ کے مسئلے کے حل کے لیے ضروری ہے کہ بجلی کو بچایا جائے اور عوام بھی اسکی مدد کرے۔ اللہ اسکی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد آپ کرتا ہے۔